

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# حرفِ آغاز

حبیب الرحمن اعظمی

اسلام ایک جامع اور مکمل شریعت ہے، جس کے اندر مختلف نوع کی عبادتیں ہیں، جن میں سے بعض کا تعلق قول سے ہے، جیسے: ذکر، دُعا، دعوت الی الخیر، وعظ و تذکیر اور تعلیم و تعلم وغیرہ اور بعض عبادتیں ایسی ہیں جن کا تعلق فعل سے ہے، خواہ وہ بدنی ہوں، جیسے: نماز یا مالی ہوں، جیسے: زکوٰۃ و صدقات یا بدنی و مالی دونوں ہوں، جیسے: حج اور جہاد فی سبیل اللہ اور بعض عبادتیں وہ ہیں جو نہ قولی ہیں اور نہ فعلی؛ بلکہ ان میں صرف رکنا پایا جاتا ہے، جیسے: روزہ (اکثر علماء نے روزہ کو عبادت بدنی میں شمار کیا ہے۔ اور یہی اقرب الی الصواب ہے؛ کیونکہ کسی چیز سے رکنا بھی تو ایک فعل اور عمل ہی ہے۔

## روزہ کی حقیقت

عبادت کی نیت سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رُکے رہنے کا نام روزہ ہے، یہ عبادت اسلام سے پہلے دیگر مذاہب میں بھی کیفیت و کمیت کے فرق کے ساتھ مشروع تھی، جیسا کہ قرآن خود شہادت دے رہا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ.  
(اے ایمان والو! فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے؛

تاکہ تم پر ہییزگار ہو جاؤ)

لیکن جس طرح اسلام نے نماز، زکوٰۃ میں جامعیت و مرکزیت پیدا کر کے، انھیں دیگر ادیان و مذاہب کی نماز و زکوٰۃ سے ممتاز بنا دیا۔ اسی طرح سے روزہ کو بھی دیگر مذاہب کے روزوں کے مقابلہ میں اختصاص و امتیاز عطا کیا گیا؛ چنانچہ اسی غرض سے صوم مفروض کو ایک مہینہ کے لیے خاص

کیا گیا اور پھر اس کے لیے وہ مہینہ منتخب کیا گیا، جس میں اللہ کی جانب سے مسلمانوں کو دستور ہدایت یعنی قرآن مرحمت فرمایا گیا ارشاد خداوندی ہے:

شَهْرَ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ  
فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ)

(رمضان وہ مہینہ ہے جس میں نازل کیا گیا قرآن جو انسانوں کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت کی واضح دلیل اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے؛ لہذا جو شخص اس مہینہ کو پائے تو اُس کے روزے ضرور رکھے)۔

## روزہ کی مصلحتیں

(۱) ہمیں اس بات پر یقین کامل ہے کہ روزہ کی فرضیت میں بہت سی حکمتیں و مصلحتیں پوشیدہ ہیں، اگرچہ ہمارا نارسا ذہن ان تمام اسرار و حکم اور مصالح تک نہ پہنچ سکے؛ البتہ بعض حکمتیں جو سمجھ میں آ رہی ہیں انھیں یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔

اس سلسلے میں ہمیں سب سے پہلے خود اپنے وجود پر غور کرنا چاہیے کہ انسان کی اصل حقیقت کیا ہے؟ کیا انسان گوشت و پوست اور ہڈی چمڑے کے اس ظاہری مجموعہ کا نام ہے؟ یا اس کی حقیقت اس ظاہری ڈھانچے کے علاوہ کچھ اور ہے؟ ظاہر ہے کہ صرف اس ظاہری ڈھانچے کو انسان کبھی نہیں کہا جاسکتا؛ کیونکہ اس صورت میں انسان سے زیادہ حقیر اور کم درجہ کی کوئی اور مخلوق نہ ہوگی؛ حالانکہ انسان اشرف مخلوقات اور خلاصہ کائنات ہے؛ اس لیے لازمی طور پر یہ ماننا ہوگا کہ انسان اس ظاہری شکل و صورت کا نام ہرگز نہیں ہے؛ بلکہ یہ کسی اور ہی چیز کا نام ہے، جس کی بنا پر وہ تمام مخلوقات میں ایک امتیازی مقام رکھتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کونسی چیز ہے، جس کے ذریعہ انسانیت کا وجود متحقق ہوتا ہے تو نفس انسانی میں غور و فکر کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ درحقیقت انسان ایک جوہر روحانی کا نام ہے، جس کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے غور و فکر کی استعداد و صلاحیت پیدا کر رکھی ہے جس کے ذریعہ وہ نہ صرف سمجھتا ہو جھتا ہے؛ بلکہ پوری کائنات پر حکومت کرتا ہے اور اسی امتیازی وصف کی بنا پر مسجود ملائکہ بنایا گیا؛ چنانچہ قرآن حکیم اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ فَإِذَا سَوَّيْتَهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن

رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ. (سورہ ص)

(جب کہا تمہارے رب نے فرشتوں سے میں بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا۔ پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں اپنی رُوح سے تو تم جھک پڑو سجدہ میں۔)

چونکہ خواہشاتِ نفسانیہ کو دبانے سے قوتِ روحانیہ کو تقویت حاصل ہوتی ہے روزہ میں خواہشِ بطن و فرج کی شکست و ریخت ہوتی ہے؛ اس لیے لازمی طور پر روحانیت کو قوت و طاقت ملے گی اور اسی جوہرِ روحانی سے آدمی انسان کہلاتا ہے تو گویا روزہ کے ذریعہ انسانیت کی تشکیل و تکمیل ہوتی ہے۔

(۲) روزہ سے جہاں روح کو طاقت ملتی ہے، وہیں اس سے بدن کی بھی اصلاح ہوتی ہے؛ اس لیے کہ اکثر امراضِ معدہ کی خرابی کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں (چنانچہ کہا جاتا ہے ”المعدة ام الأمراض“ معدہ بیماریوں کی جڑ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ ”مَا مَلَأَ ابْنُ آدَمَ وَعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنِهِ“ انسان کے لیے سب سے خراب بات اپنے شکم کو پر کرنا ہے؛ لہذا جب پیٹ کا بھرنا۔ امراض اور بیماریوں کا پیش خیمہ ہے، تو اس کا علاج یہ ہے کہ پیٹ کو خالی رکھا جائے اور روزہ کے اندر یہی بات ہے کہ پیٹ کو خالی رکھا جاتا ہے۔ جس سے بدن کی اصلاح ہو جاتی ہے اور آدمی بہت سے امراض سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(۳) روزہ کا ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے آدمی کے اندر صبر و استقامت کی قوت پیدا ہوتی ہے (جو انسان کے لیے بڑی خوبی کی چیز ہے) روزہ دار کے سامنے عمدہ اور مرغوب غذائیں ٹھنڈا اور شیریں پانی رکھا رہتا ہے؛ مگر ان کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا؛ حالانکہ بظاہر اس کو ان چیزوں کے استعمال کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے؛ لیکن اس کا ضمیر اس کے لیے تیار نہیں ہوتا کہ وہ اپنے روزہ کو برباد کر کے خدا کے غضب کا مستحق بنے، ایک مہینہ کی یہ مشق و تمرین لامحالہ انسان کے اندر استقلال و استقامت کی طاقت پیدا کرے گی؛ چنانچہ ماہرینِ نفسیات نے اپنے علم و تجربہ کی بنیاد پر یہ بات کہی ہے کہ روزہ سے زیادہ ارادوں میں پختگی اور عزائم میں پائیداری پیدا کرنے والی کوئی دوسری چیز نہیں ہے؛ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے بطور خاص جوانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ اعْضُ لِلْبَصْرِ وَأَحْصَنُ  
لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ. (بخاری شریف)

(اے جوانوں! تم میں سے جس کے اندر استطاعت ہو وہ ضرور نکاح کرے؛ اس لیے کہ نکاح نگاہوں کو پست رکھنے والا اور فرج کی حفاظت کرنے والا ہے اور جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتا وہ اپنے اوپر روزہ کو لازم کر لے؛ اس لیے کہ روزہ اس کے لیے بندش کا کام دے گا۔)

ایک موقع پر اسی مضمون کو یوں بیان فرمایا:

لِكُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ وَزَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ، وَالصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ.

(ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے اور روزہ نصف صبر ہے)

اس حدیث پاک میں روزہ کو نصف صبر اس لیے فرمایا گیا ہے کہ انسان کے اندر تین قوتیں ہیں ایک قوت شہوانی، دوسری قوت غضبی اور تیسری قوت روحانی اور روزہ سے انسان قوت شہوانی پر غالب آجاتا ہے تو گویا اُسے نصف صبر حاصل ہو گیا۔

(۴) اسلام صرف نام و نمود کا مذہب نہیں ہے؛ بلکہ یہ دینِ جہاد ہے۔

یہ شہادتِ گہ الفت میں قدم رکھنا ہے لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

اور جہاد کے لیے صبر و استقامت ایک لازمی چیز ہے؛ لہذا جو شخص اپنی ذات کے مقابلہ میں جہاد نہیں کر سکتا، وہ اپنے دشمن سے کیا مقابلہ کرے گا؟ اور جس کا اپنے نفس پر قابو نہیں چلتا وہ اپنے دشمن کو کیونکر زیر کرے گا۔ اور جسے ایک دن کی بھوک و پیاس پر صبر نہیں ہوتا وہ گھربار چھوڑنے پر کیسے صبر کرے گا؛ اس لیے سال میں ایک ماہ کے روزے کا حکم دے کر صبر و استقامت کی تمرین کرائی جاتی ہے؛ تاکہ آدمی جہاد کے لیے تیار ہو جائے۔

(۵) روزہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی قدر و منزلت کا عرفان پیدا ہوتا ہے

کیونکہ ”تُعْرِفُ الْأَشْيَاءَ بِأَضْدَادِهَا“ جب تک آدمی کو بھوک و پیاس کی شدت کا احساس نہ ہو، اُسے کھانے پینے کی سچی قدر کیا ہوگی اور جب ان نعمتوں کی قدر و منزلت کی معرفت حاصل ہوگی تو اس کا زیادہ سے زیادہ حق ادا کرنے کی کوشش کرے گا تو اس طرح روزہ اللہ تعالیٰ کے شکر اور اس کی عبادت پر آمادہ کرنے میں ایک قوی اثر رکھتا ہے؛ اسی لیے ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے فقر کو غنا پر ترجیح دی؛ چنانچہ ارشاد ہے:

عَرَضَ عَلَيَّ رَبِّي لِيَجْعَلَ لِي بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا قُلْتُ لَا يَأْرَبُ وَلَكِنْ أَشْبَعُ يَوْمًا

وَأَجُوعُ يَوْمًا فَإِذَا جِئْتُ تَصْرَعْتُ إِلَيْكَ وَذَكَرْتُ وَإِذَا شَبِعْتُ شَكَرْتُكَ وَحَمَدْتُكَ. (ترمذی)

(مجھ پر میرے رب نے یہ بات پیش کی کہ میرے لیے بطحاء مکہ سونا بنا دیا جائے تو میں نے

عرض کیا اے میرے رب مجھے اس کی ضرورت نہیں؛ میں تو ایک دن آسودہ شکم رہوں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا۔ جس دن بھوکا رہوں گا آپ سے تضرع کروں گا اور آپ کو یاد رکھوں گا۔ اور جس دن آسودہ رہوں گا آپ کا شکر اور حمد کروں گا۔)

(۶) پھر روزہ کی وجہ سے جب آدمی بھوک و پیاس کی شدت کو محسوس کرتا ہے تو اس کے اندر غر بار و مساکین کی تکلیف کا احساس بیدار ہو جاتا ہے؛ کیونکہ ناز و نعمت میں پلا ہوا جس نے بھوک و پیاس کی تکلیف کبھی برداشت نہ کی ہو۔ اُسے بھوکوں، پیاسوں کی حالت زار اور اذیت کا کیا علم ہوگا؛ لیکن روزہ کی وجہ سے جب اُسے بھوک کی اذیت کا ذاتی تجربہ ہوتا ہے تو پھر اس کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوگا، کہ غریبوں اور ناداروں کی امداد و اعانت کر کے انھیں اس تکلیف و اذیت سے بچائے؛ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے متعلق ارباب سیر لکھتے ہیں کہ حیاتِ طیبہ کے آخری دور میں جب اموالِ فنی کی وجہ سے آپ کی تنگدستی دور ہوگئی تھی، اس زمانہ میں آپ نے روزوں کی تعداد میں زیادتی فرمادی تھی۔ اور جب آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ ”روزہ اس لیے رکھتا ہوں؛ تاکہ غریبوں کو بھول نہ جاؤں۔“

(۷) اور ان سب مصالِح کے علاوہ سب سے اہم بات جو روزہ سے حاصل ہوتی ہے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دینا ہے اور یہ تسلیم اور خود سپردگی ہر عبادت کا حاصل اور خلاصہ ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ. (البقرہ)

(ہم نے سنا اور قبول کیا تیری بخشش چاہتے ہیں، اے ہمارے رب اور تیری طرف لوٹ کر

جانا ہے۔)

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

(یقیناً میری نماز اور میری دیگر عبادتیں اور میری حیات اور موت سب اللہ ہی کے لیے ہے)

اور یہ تسلیم و رضا روزہ کے ذریعہ یوں حاصل ہوتی ہے کہ روزہ دار کے سامنے اس کی مرغوبات موجود ہیں، جن کے استعمال پر وہ قدرت بھی رکھتا ہے اور ان کے استعمال کی اُسے شدید خواہش بھی ہوتی ہے؛ لیکن وہ محض اللہ کی رضا کے لیے انھیں ہاتھ نہیں لگاتا اور ان کے استعمال سے رُکار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ کو بطور خاص اپنی جانب منسوب فرمایا ہے۔

كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَانَّهُ لِيُ وَأَنَا أَجْزَى بِهِ يَدْعُ طَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي

وَيَدْعُ شَرَابَهُ مِنْ أَجْلِي وَيَدْعُ لَذَّتَهُ مِنْ أَجْلِي وَيَدْعُ زَوْجَتَهُ مِنْ أَجْلِي. (ابن خزیمہ)

(انسان کا ہر عمل اس کے لیے ہے؛ البتہ روزہ یہ خاص میرے لیے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا وہ میرے لیے اپنا کھانا چھوڑ دیتا ہے میرے لیے اپنا پینا چھوڑ دیتا ہے، میرے لیے اپنی لذت چھوڑ دیتا ہے اور میرے لیے اپنی بیوی کو چھوڑ دیتا ہے۔)

روزہ کی مشروعیت سے مقصود انسان کو تنگی اور دشواری میں مبتلا کرنا نہیں ہے، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ روزہ کی فرضیت کے بعد اس حکمت کو بیان کرتے ہیں۔

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ. (البقرہ)

(اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا ہے تم پر دشواری)۔

بلکہ روزہ سے مقصود روحانیت کو قوی کرنا ارادہ میں استحکام پیدا کرنا اور صبر و رضا کا خوگر بنانا جسم کو امراض سے بچانا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی انسان کے دل میں قدر و منزلت پیدا کرنا ہے۔

## روزہ اور ہمارا طرز عمل

رمضان المبارک کا روزہ جن مقاصد حسنہ کی تحصیل کے لیے فرض کیا گیا تھا، ہمارے سلف صالحین نے روزہ کے آداب و واجبات کی رعایت کر کے ان مقاصد کو پورے طور پر حاصل کیا۔ وہ حضرات دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات بھر ذکر و فکر اور نماز و تلاوت میں مشغول رہتے تھے اور رمضان المبارک کے ایک ایک لمحہ کو اللہ کی عبادت میں گزارتے تھے، وہ اپنی زبانوں کو بیہودہ گوئی سے بند رکھتے تھے اور کانوں کو لغو اور فحش باتوں کے سننے سے محفوظ رکھتے تھے، ان کی آنکھیں حرام چیزوں کی طرف قطعاً نہیں اٹھتی تھیں۔ اس طرح ان کے تمام اعضاء روزہ سے رہتے تھے؛ لیکن آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہم اس مبارک مہینہ کو بھی دیگر مہینوں کی طرح ضائع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے روزہ کو اس لیے فرض کیا تھا کہ اس کے ذریعہ روح و قلب کو فائدہ پہنچے؛ مگر ہم نے روزہ کو پیٹ اور معدہ کو پُر کرنے کا مہینہ بنا لیا۔ اللہ نے اُسے حلم و صبر کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا تھا؛ مگر ہم نے اُسے غیض و غضب اور غم و غصہ کا مہینہ بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے سکینت و وقار کا مہینہ بنایا تھا؛ مگر ہم نے اُسے گالی گلوج اور لڑائی جھگڑے کا مہینہ بنا لیا، اللہ تعالیٰ نے روزہ کو اس لیے فرض کیا تھا کہ ہماری عادتوں میں تبدیلی آئے؛ مگر ہم نے سوائے کھانوں کے اوقات میں تبدیلی پیدا کرنے کے کچھ نہیں کیا۔

عہد میں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا